نعمان نذیر

پی ایچ ڈی اسکالر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ڈاکٹر نادیہ راحیل

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی

نالہ شب گیر اور ذوقی کا تصورِ تانیثیت

Nala Shabgir and Zouki's concept of feminism

Abstract:

Feminism has been so obscured in Urdu literature that it is difficult to understand its original concept. Generally, two ideas are more common among us, one is to create stories of exploitation of women, to cry about their unemployment and helplessness, and the other idea is to create a character that is against the whole society. Who, by overturning the entire system, seeks an imaginary world whose end ends in his own exploitation.

Musharraf Alam Zoqi is one of those novelists who feel the revolutions, changes and changes in the social system of his era not only at the literary level, but his pen also knows how to put these new situations into words. The novel under review is one such writing in which two characters compare the changes in society and the problems faced by women. In the novel, both the characters are looking for a place of honor in the society to maintain their identity, on which the layers of outdated customs and traditions have been imposed. Naheed Naz's character begins with exploitation and ends with exploitation because she rejects the entire system of this society. While Sophia's character is a victim of the changing social power, despite this, she remains within her social boundaries. It proves its importance even while living.

Key words : Feminism, unemployment, overturning, exploitation, victim, social power.

اردو فکشن میں موضوعاتی سطح پہ تجربات کوئی انوکھی بات نہیں۔ ناول نگاروں کے ہاں عصری شعور تو ادیب کے ہاں ہوتا ہی ہے۔ موضوعات کی نوعیت زیادہ اہم ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا واقعی مصنف اپنے عہد کے

نازک مسائل کو فن پارے میں سمونے کا فن جانتا ہے؟ یا اس کا مطمحِ نظر محض سنسنی یا اسلوب کی چاشنی ہے۔ بعض مصنف ایسی رو میں بہتے ہوئے اصلیت کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔

مذہب، سماج، قدامت، جدیدیت، حال، ماضی ان تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا اور ان کی آڑ میں ہونے والے مسائل کسی انوکھے ادیب کا ہی خاصا ہو سکتا ہے۔ مشرف عالم ذوقی اپنے عصری معاملات کو گہری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے فکشن میں گرد و پیش میں ہونے والے اہم واقعات دکھائی دیتے ہیں۔ عورت کا بیان فکشن میں رومان کی حد تک یا مظلوم کی حد تک اس قدر دکھایا گیا ہے کہ تیسری صورت مشکل دکھائی دیتی ہے۔ تیسری صورت کا اضافہ ہوا بھی تو وہ روپ سامنے آیا: وہ بھی اس برسوں کے حبس زدہ ماحول کی ضد کا روپ۔ ایک مذاحمتی رویہ جو پہلے سے موجود ہر تصور کا مخالف ہے۔

ناول "نالہ شب گیر" کا موضوع خواتین کے سماجی مسائل ہیں۔ ناول نگار نے خواتین کے استحصال کو محض بیان ہی نہیں کیا بلکہ ان میں ایک جرات آمیز جذبہ عمل بھی دکھایا ہے۔ ان کے نسوانی کردار اپنے ساتھ ہونے والے مظالم کا محض نوحہ نہیں پڑھتے بلکہ ان مظالم کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے اپنی زندگی کے رخ کو اپنی مرضی کے مطابق موڑنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ ناول میں دو نسوانی کردار، صوفیہ مشتاق اور ناہید ناز ہیں۔ ان کرداروں کے بارے میں خود پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ:

> "میں برابری اور آزادی کا قائل ہوں۔ اس لیے برسوں سے ایک ایسی کہانی کی تلاش میں تھا۔ جہاں اپنے تصور کی عورت کو کردار بنا سکوں۔ اس ناول میں دو کردار ہیں۔ صوفیہ مشتاق احمد ایک خوفزدہ لڑکی کی علامت بن کر سامنے آتی ہے۔ یہاں مجھے ضرورت ایک ایسی عورت کی تھی، جسے صوفیہ مشتاق احمد کے ساتھ مضبوطی کی علامت بنا کر پیش کر سکوں۔ ناہید ناز کا کردار ایسا ہی کردار ہے جب کہ ناہید کے کردار نے جنم لیا تو میری مشکل آسان ہو گی۔ نہ وہ نفسیاتی مریضہ ہے نہ پاگل، مگر وہ صدیوں کے کرب اور غلامی سے آزاد ہونا چاہتی ہے۔"(1)

مشرف عالم ذوقی کے اپنے بیان سے واضح ہے کہ وہ عورت کی آزادی اور برابری کے قائل ہیں۔ وہ بہ حیثیت انسان دونوں کے حقوق کی برابری کے قائل ہیں۔ وہ استحصالی نظام کے خلاف آواز بلند کرنا چاہتے ہیں۔ جس میں عورت کا ہر سطح پہ استحصال کیا جا رہا ہے۔ عورت کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتی ہو وہ کسی نہ کسی صورت میں معاشرتی جبر کا شکار ہے۔ سماجی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ہونے والے مظالم کی صورت بھی بدل رہی ہے۔ وقت کروٹ

کے رہا ہے؛ خواتین نے اپنے حقوق کے حق میں آواز بلند کرنا شروع کر دی ہے۔ اگر یہ آواز واقعی اپنے اصلی منشور کے مطابق ہوئی تو زمانے کی منافقت زیادہ دیر مزاحمت نہ کر سکے گی۔ اس ضمن میں نادیہ عنبر لودھی لکھتی ہیں کہ :

"تانیثیت کی تحریک کا مدعا بھی یہی تھا کہ عورت مرد دونوں برابر ہیں۔ فیمنزم کے تحت معاشرے میں مساوات کو فروغ دیا جائے۔ ہر جنس دوسری جنس کے برابر ہے۔ مرد عورت خواجہ سرا سب کو برابر حقوقِ ملنے چاہیے اور ترقی کے مواقع بھی۔"(2)

ناول کے نمائندہ نسوانی کرداروں میں پہلے تذکرے کا آغاز صوفیہ مشتاق احمد سے ہوتا ہے۔ صوفیہ مشتاق موجودہ زمانے کی مسلمان لڑکی کا نمائندہ کردار ہے۔ جو بچپن میں والدین کے انتقال کے بعد اپنی بڑی بہن کے ہاں رہتی ہے۔ بہنوئی کا سلوک اچھا ہونے کے باوجود وہ انجانے خوف میں مبتلا ہے۔ جو ہمارے ہاں جوان لڑکیوں کو ہوتا ہے۔ وہ خودار بھی ہے کہ کسی پہ بوجھ بھی نہیں بننا چاہتی۔ اس لیے بھائی کے ہاں منتقل ہو جاتی ہے۔ بہن، بھائی اور بہنوئی کئی سال سے اس کی شادی کی تگ و دو میں مصروف ہیں۔ وہ اس کے لئے مناسب رشتے کا انتظام کرنے میں ناکام ہیں۔ استحصال کی ایک قسم تو جنسی یا سماجی استحصال کی مختلف صورتیں ہیں البتہ مذہب کی آڑ میں جائز اور حلال کام کی آڑ میں بھی استحصال کی مختلف صورتیں وضع کر لی گئی ہیں۔ خصوصاً متوسط طبقہ ان مسائل جس زیادہ شکار ہے۔ جہاں ان کی بیٹیاں جہیز کے نام پہ لی جانے والی چیزوں اور پیسوں کے تقاضے سے گھروں میں بیٹھی عمر گنوا رہی ہیں۔ حیوان صفت انسان اس بات پہ راضی نہیں کوئی اپنا جگر گوشہ انہیں عطا کر رہا ہے نہیں بلکل نہیں وہ تو اس سروکار رکھتے ہیں تو اس مال و متاع سے جو شادی کے نام پہ حاصل کرتے ہیں۔ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اس رسم بد میں اصافہ ہوتا جا رہا ہے۔ کئی نوجوان لڑکیاں والدین کے گھروں میں بیٹھی ان استحصالی لوگوں کے کے ہاتھوں اپنی قسمت تلاش کرتے بیٹھی رہ جاتی ہیں۔

صوفیہ مشتاق کو بھی کئی بار اس غرض سے لوگوں کے سامنے پیش ہونا پڑا۔ لیکن اسے قبولیت کا شرف نہیں بخشا گیا۔ صوفیہ روایت کی پاسداری کرنے والا کردار ہے۔ جو اپنی سماجی مذہبی روایات کی پاسداری کرتی ہے ۔لیکن معاشرہ اس کے استحصال کی صورت بہر حال نکالنے پہ بضد ہے۔ اسی تگ و دو میں اور رشتہ صوفیہ مشتاق کے لیے آیا جس کا بیان ناول میں ہر سوز انداز میں بیان ہوا جو پورے استحصال نظام اور سماج کے منہ پہ زور دار تماچہ بھی۔ مرد ہونے کے ناطے اپنی مردانگی کے بھروسے وہ اپنی برتری کو عورت کے جسم کو فتح کر کے ثابت کرنا اپنی مردانگی کا جوہر خیال کرتا ہے۔

"تمہارے لیے یہ ہی بہت ہے کہ تم مرد ہو۔ مرد ہو۔ اس لئے تمہارے اندر کا غرور بڑھا جا رہا ہے تھا۔ پہلے تم نے جہیز کا سہارا لیا۔ رقم بڑھائی، رقم دگنی کی اور پھر۔۔۔۔

یقین مانو، میرے گھر والوں نے سوچا کہ یہ موم کی مورت تو برا مان جائے گی میں نے ہی آ گے بڑھ کر کہا۔۔۔۔۔ بہت ہو گیا۔۔۔۔ آخری تماشا بھی کر ڈالو۔۔۔"(3)

عورت کا شادی کے نام پہ بھی سودا ہی کیا جا رہا ہے۔ استحصال کی یہ قسم معاشرے میں بھی بظاہر قبولیت کا شرف پا چکی ہے کبھی گھر کا مطالبہ تو کہیں زمین، جائیداد اور گاڑی کا مطالبہ۔ شادی کا مقدس بندھن بھی اس سودا بازی کی نظر ہو رہا ہے۔ بات یہاں تک ختم نہیں ہوتی بلکہ روشن خیالی کے بھونڈے نام کے نام پہ قبل از شادی understanding کے نام پہ وقت گزاری کا ذریعہ بھی بنا لیا گیا ہے۔ Temporary Relationship کے نام پہ بھی عورت کا استحصال جاری ہے۔ جسے روشنی خیالی جیسے ناموں سے منسوب کیا جاتا ہے۔

"تم مجھے بستر پر آزما کر، میرے بدن کو منظوری دینے والے تھے۔ سچ، ایک بات بولنا۔ تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے تھے یا میرے اس بدن سے۔۔۔۔۔

وقت۔ لڑکے نے پھر مضبوط لفظوں کا سہارا لیا۔ وقت بدل رہا ہے۔

وقت۔ وہ زور سے ہنسی۔۔ بدل رہا نہیں بدل گیا ہے۔ لیکن تم کانپ کیوں رہے ہو۔ دیدار کرو میرا، دیکھو مجھے۔"(4)

صوفیہ مشتاق اس روز روز کی ذلت کے تجربے سے عاجز آ چکی ہے۔ اس سے قبل 25 لوگ اس کا رشتہ دیکھ چکے تھے۔ اب اس کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ شرط کو منظور کر لیتی ہے اور اس کے اندر کی مضبوط عورت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ وہ اپنے ساتھ مزید استحصال برداشت نہیں کرنا چاہتی۔ بے بسی کی اس بندش کو توڑ ڈالتی ہے جب اس کے اندر کی مضبوط عورت سامنے آتی ہے تو اس کو بستر پہ آزمانے والا مرد بھی اس کی تاب نہ لا سکا اور خوف کے عالم میں بھاگ کھڑا ہوا۔ گویا عورت کے ساتھ ہونے والے استحصال میں کسی قدر اس کی خاموشی بھی شامل ہے۔ جو اس کو محض مظلومیت کے منصب پہ فائز کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتی۔ صوفیہ کے کردار کی مضبوطی یہ ہے کہ وہ اس استحصالی معاشرے کے جبر کو برداشت کرنے کے بجائے اس کے خلاف مزاحمت کا فیصلہ کرتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ سبھی مردوں کو ایک نظر سے دیکھنے کی قائل نہیں۔ صوفیہ کے معاملے میں عورت کو ملنے والی اس اذیت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کسی عورت کو جب نقص و عیوب نکال کر رد کر دیا جاتا ہے۔ اس واقعے کے

بعد صوفیہ گھر سے ایک حادثاتی طور پہ نینی تال کے ایک ہندو گھرانے میں پہنچ جاتی ہیں جہاں موجود بوڑھی عورت اور اس کا شوہر اسے بیٹی کی صورت میں قبول کر لیتے ہیں۔ وہیں پڑوس میں اس کی ملاقات ناہید ناز اور اس کے شوہر کمال سے ہوتی ہے۔ بلاخر وہ ناہید کے گھر چھوڑ کر چلے جانے کے بعد اس کے بیٹے کا سہارا بنتی ہے اور آخر میں کمال اسے اپنا لیتا ہے۔ اس کردار میں اپنے سماجی نظام کے اندر رہتے ہوئے جرات و مزاحمت کی قوت موجود ہے۔ جو اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کی آڑ میں محض مزاحمت کا رویہ اختیار کر کے کسی نئے جال میں نہیں پھنسی بلکہ اپنی رجائیت سے اپنا مقام اسی معاشرے میں بناتی ہے۔

ناول کا دوسرا نسوانی کردار ناہید ناز کا کردار ہے۔ ناہید ناز کا تعلق جونا گڑھ کے ایک روایتی گھرانے سے ہے۔ مصنف کی اس سے ملاقات دلی گینگ ریپ کے خلاف احتجاجی مظاہرے میں ہوتی ہے۔ یوسف کمال ناہید ناز کا شوہر اور اس کا چھ مہینے کا بچہ اس کے ہمراہ ہوتا ہے۔ بعدازاں مصنف کی کئی تفصیلی ملاقاتیں اس سے ہوئیں جن میں وہ اپنی گزشتہ زندگی کا بیان کرتی ہے۔

ناہید ناز کا خاندان جونا گڑھ کے کا ایک روایتی زمیندار گھرانہ ہے۔ ایک پرانی وضع کی حویلی میں اس کے باپ کے کئی دور دراز کے رشتہ دار بھی ان کے ہمراہ رہتے ہیں۔ بظاہر یہ ماموں، چچا کے رشتوں میں ملبوس جانور صفت مرد ہی تھے جو گھر کی عورتوں کا استحصال کرتے تھے۔ گھر کی بچیاں تک ان کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ تھیں۔ ناہید کو بغاوت پہ انہیں نے اس نے اکسایا لیکن اس کی بغاوت ایک مثبت بغاوت تھی۔ جس نے ان کو بے نقاب کیا ۔ناہید کی بڑی بہنوں میں سے کوئی گھر سے بھاگ گئی تو کسی کو حمل ہونے پہ زہر کھانا پڑا۔ یہ وہ گھریلو ماحول تھا جس نے ان کو وقت سے قبل جوان کر دیا۔ ان کے بچپن کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا۔

> "آپ لوگ لڑکیوں کو پیدا ہونے سے پہلے ہی جوان کر دیتے اور مار دیتے ہیں۔ اسے بڑھنے کہاں دیتے ہو آپ کی شرافت ان بوسیدہ دیواروں کے ذرے ذرے میں چھپی ہوئی ہے (5)"۔

ناہید کے بیانیے میں دل چیرنے والی تلخیاں ہیں۔ جو نہ صرف عورت بلکہ بہ حیثیت باپ، بھائی بھی تکلیف دہ ہیں۔ عورت کو بچپن سے ہی عدم تحفظ کا احساس بیدار کرایا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ معاشرتی سماجی جبر ہے ۔ جہاں ہر مرد مومن میں ایسے قریبی رشتے بھی ہیں۔ جو بظاہر خود ان کی عزتوں کے رکھوالے بنے ہوتے ہیں ان کے استحصال سے باز نہیں آتے۔ معاشرے میں نہ جانے کتنی نکہت اور ناہید ہوں گی جو اس جبر کا شکار ہوں جاتی ہیں ۔ معاملہ یہاں ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ عورت کا استحصال دفتروں، حتکہ تعلیمی درس گاہوں میں بھی کیا جاتا ہے۔ ہر

مردوں کے روپ میں چھپے بھیڑیے جو مختلف حلیے بہانے سے اس کو کھانے کی صلاحیت رکھتے ہوئے موقع محل کی مناسبت سے تیار بیٹھا ہوتا ہے۔ میں ناول میں ذوقی کے اس بیان کی توثیق کرتے ہوئے یہ ضرور کہوں گا کہ پھر ایسی صورت حال میں اٹھنے والی آوازوں کو آپ بغاوت سے تعبیر نہیں کر سکتے۔ 70 سالہ بوڑھا ہو یا 20 سال کا جوان اپنی ہوس کی تسکین کا متلاشی نظر آتا ہے کبھی بہلا پھسلا کہ کبھی ہمدرد بن کہ تو کبھی اپنی طاقت، اپنے اختیار کو استعمال میں لاتے ہوئے۔

اصل مسلہ تو وہ رشتے وہ قریبی لوگ ہیں جو قابل عزت واحترام سمجھے جاتے ہیں لیکن وہی عزتوں کے سوداگر بن جاتے ہیں۔ معاشرے میں کئی ایسی جبر کا شکار عورتیں اندر ہی اندر مرتی ہیں لیکن معاشرتی تقدس کو پامال کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ ناہید ناز بالآخر اپنے اس تقدس کے ماحول کا بناوٹی خول توڑتے ہوئے ان کے مکروہ چہروں کو بے نقاب کرتی ہے کہ کس طرح اس حویلی میں عورتوں کا استحصال کرتے ہیں۔ اس کے بعد بھی اس کا چچا زاد اس سے زیادتی کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کی آنا کو ٹھیس پہنچا سکے۔ ناہید اسے زخمی کر کے ماں کو بتا کہ گھر چھوڑ دیتی ہے۔ یوں اس کی زندگی کی عملی جدوجہد کا ایک نیا دور شروع ہو جاتا ہے۔ شافعہ بانو اس تناظر میں لکھتی ہیں کہ:

> "جونا گڑھ کی حویلی دراصل ایک ایسے سماج کی علامت ہے جہاں کی بہو بیٹاں اپنے ہی گھروں میں محفوظ نہیں، جو ان کے محافظ کہلاتے ہیں وہیں ان کی آبروریزی کرتے ہیں۔ معاشرے کے اس کریہہ حقیقت کا اس سے بہتر کیا بیان ہو سکتا ہے۔ ناہید ناز کو ایک عام لڑکی سے باغی لڑکی بنانے میں اپنے ہی گھر کے مردوں کا ہاتھ ہے شاید اسی لیے سیمون دی بولر The second sex میں کہا تھا۔ One not born but rather becomes woman. عورت پیدا نہیں ہوتی بنائی جاتی ہے۔"(6)

ناہید ناز ایک ملازمت اختیار کر لیتی ہے دفتر میں بھی اس کا افسر اس کے ساتھ دست درازی کی کوشش کرتا ہے۔ اسے ترقی کا جھانسہ دیتا ہے لیکن وہ اپنی مجبوریوں کو اپنے استحصال کا وسیلہ بننے سے روکتی اور اس بار بھی ہمت کر کے اس پہ جوابی وار کر کے پولیس کو اطلاع دے دیتی ہے۔ وہاں سے بھاگنے کے بجائے اسے بے نقاب کرتی ہے۔ ناہید ناز اپنے دفاع میں ایک بار پھر کامیاب ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں وہ یوسف کمال سے پسند کی شادی کر لیتی ہے ناہید کی زندگی مختلف حادثات کی وجہ سے پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ وہ ایک مضبوط نسوانی کردار ہے لیکن بچپن سے ہونے والے ظلم کی وجہ سے وہ ایک وقت میں مرد کے تصور کی بھی مخالف ہو جاتی ہے اس کا یہ مزاحمتی رویہ دراصل اسی معاشرے کی دین ہے جس نے اسے اس مقام پہ کھڑا پہ لا کھ کیا۔ وہ عورت کی حقیقی آزادی دیکھنا چاہتی ہے وہ اس کو

برابری کے حقوق ملتے دیکھنا چاہتی ہے ان تلخ تجربات میں سچائیاں بھی ہیں اور مزاحمت کا شدید رویہ بھی عورت کی آزادی کے حوالے سے کہتی ہے کہ :

> "لڑکیوں کو آزادی دیتے ہوئے آپ کی دنیا لڑکی کی آزادی کے پر کاٹ لیتی ہے۔ کبھی اسے چیزی دی جاتی ہے۔ کبھی حجاب۔ کبھی اپنوں سے بھی پردہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ لڑکوں کے لیے کوئی شرط نہیں رکھی جاتی۔ لڑکی نہیں ہوئی عذاب ہو گی اور آپ ہی کے سماج نے اسے بے رحم نام دے رکھے ہیں۔ فاحشہ ، طوائف ،رنڈی، داسی، کلنکنی۔ یہ سارے نام مرد کو کیوں نہیں دیتے؟ سب سے بڑا دلال اور بڑوا تو مرد ہے۔ فاحشہ ، طوائف، کلنکنی یہ سارے نام مرد پر فٹ بیٹھتے ہیں۔ کیوں ساری زندگی سہمی سہمی زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاتا ہے ہمیں؟"(7)

ناہید کے تلخ تجربات اسے بالآخر اس سماج میں مرد کے تصور سے بھی خائف کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے شوہر اور بچے کو بھی کو چھوڑ دیتی ہے۔ بالآخر بھی غیر ملکی این جی اوز NGOS اسے پرکشش مراعات بھی دیتے ہیں۔ لیکن ناہید کی مکمل زندگی کو دیکھا جائے تو سماج کے پے در پے استحصال حملوں نے اسے دوسرے لوگوں کی صف میں لا کھڑا کر دیا۔

ناول نگار نے دو کرداروں کا موازنہ پیدا کر کے گہرے تانیثی شعور کو پروان چڑھایا ہے۔ ناول کے اس اختتامیہ ایک پیغام بھی ہے اور سبق بھی۔ صوفیہ بھی مزاحمتی رویہ رکھتی ہے لیکن وہ اپنی ثقافت کی نمائندگی بھی کرتی ہے وہ مرد کے تصور کے خلاف نہیں جاتی بلکہ زندگی کو اس کی حقیقتوں کے مطابق اپنا رستہ بنا کر چلنے کا ہنر جانتی ہے۔ ذوقی کے ناول نے تانیثی نقطہ نظر کی بھرپور ترجمانی کی ہے۔

> "مشرف عالم ذوقی نے عورتوں کے مسائل کو اپنے ناولوں تخلیقی اعتبار سے برت کردار دو میں تانیثی ڈسکورس کو مضبوط اور مستحکم کیا ہے۔ ان کے ناولوں کی کردار عورتیں مرد کے متوازی اپنے وجود کا فطری اثبات چاہتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ مرد ان کو ایک مختلف انسانی وجود کی حیثیت سے تسلیم کرے۔ عورت کی اہمیت ،اس کا شعور ،اس کی شناخت ،اس کی سوچ ذوقی کے ناولوں کا موضوع ہے۔ لیکن یہ اس سوچ میں بدلتے ہوئے رجحانات کو شامل کرنا اور نئے سماجی ڈھانچوں سے ان کو ہم آہنگ کرنا ذوقی کا کمال ہے۔"(8)

نالہ شب گیر تانیثیت کی ایک مضبوط آواز ہے۔ مشرف عالم ذوقی عصری شعور کے حامل ناول نگار ہیں۔ جو گرد و پیش ہونے والے غیر معمولی واقعات سے آگاہ ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ان کے ہاں تانیثی نقطہ نظر کی تفہیم بھی اپنے سماجی ماحول کے مطابق ہے۔تانیثث کے پیرائے میں نہ تو باغیانہ رویہ کے حمایتی ہیں اور نہ ہی محض مظلومیت کا پرچار کرنے والے۔ناول محض فکشن کا معاملہ نہیں حقیقی زندگیوں کے ان گوشوں کا بیان ہے جس کے بارے میں لاعلمی یا اس کا پردہ چاک کرنے کی جراءت سے عاری معاشرہ ہے۔ ناول کے مطالعہ سے ایسے در واہ ہوتے ہیں کہ باپ، بھائی اپنی بچیوں کی نگہداشت بہتر انداز میں کرنے کا ایک سبق بھی ہے۔ذوقی نے اس ناول کو اپنی فنی مہارت سے بیک وقت کئی جہتوں کا حامل بنا دیا ہے۔عورت کے لیے ایک مثالی کردار کی خوبیاں بھی کی کس طرح وہ اپنے استحصال کو روک سکتی ہے۔ناول نگار نے روایتی مظلومیت کا پرچار کرنے والوں کے برعکس ایک نئی سمت متعین کر دی ہے۔ ہمارے ہاں تو خواتین لکھاریوں کے ہاں بھی عموماً مظلومیت اور باغیانہ روش سے آگے قدم بڑھاتی نظر نہیں آتیں۔ باغیانہ پن سے میرے مراد ایسے راستے کا انتخاب جو بلاآخر ایک نئے استحصال پہ اختتام پذیر ہو۔ جدت کے پیرائے میں بعض کھوکھلے کرداروں کی تشکیل سے راجائیت کے بجائے قنوطیت ہی پروان چڑھتی ہے۔ گویا ابھی تک ہمارے تانیثیت سے بہت سے لوگ نابلد ہیں۔ان لکھاریوں کے لیے بھی یہ ناول خاص حوالہ کا کام دے گا۔بلاشبہ نہ صرف اکیسویں صدی بلکہ اردو کی تاریخ میں تانیثی ڈسکورس کے تناظر میں نالہ شب گیر نمایاں فہرست میں شامل ناول ہے۔

حوالہ جات

1۔ مشرف عالم ذوقی، نالہ شب گیر۔ صریر پبلی کیشنز، لاہور۔2020ء، ص17

2۔ mazameen.com\literatue\مشرف عالم ذوقی کا فکشن: تانیثی اور ثقافتی ڈسکورس کے تناظر میں

3۔ مشرف عالم ذوقی، نالہ شب گیر۔ صریر پبلی کیشنز، لاہور۔2020ء، ص53

4۔ ایضاً۔ ص53،54

5۔ ایضاً ۔ ص،169

6۔ شافیہ بانو، مشرف عالم ذوقی بحیثیت فکشن نگار، ایک تحقیقی و تنقیدی مطالعہ: تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی اردو۔ شعبہ اردو کشمیر یونیورسٹی، حضرت بل، سرینگر 2020ء

7۔ مشرف عالم ذوقی، نالہ شب گیر۔ صریر پبلی کیشنز، لاہور۔2020ء، ص67

8۔ mazameen.com\literatue مشرف عالم ذوقی کا فکشن: تانیثی اور ثقافتی ڈسکورس کے تناظر میں